۷۸۶

غمی اور خوشی

اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخان نور اللہ مرقدہٗ وطاب ثراہٗ فرمانروائے ریاست حیدرآباد دکن کی وفات تاسف سمات اور اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر دام اللہ اقبالہ وخلد اللہ سلطنتہ کی تخت نشینی پر دو قصائد

مصنفہ

شاعر نازک خیال سخنور شیریں مقال مولوی محمد یونس صاحب نائل نیجر محکمہ انسپکٹر جنرل پولیس جیل ریاست حیدرآباد دکن صانہا اللہ تعالیٰ عن الشرور والفتن مصنف "جفُ القلم" "تباہی اور تلافی" وغیرہ

محمد شمس اللہ خان اکبرآبادی نے شمس المطابع واقع نظام گنج حیدرآباد دکن

میں طبع ہوئی

سنہ ۱۹۱۲ع

قیمت مجلد ۳ر حالی یا ۳ر کلدار

تمہید

اِن قصائد کا بڑا حصہ مین نے اوسی زمانہ مین لکھا تہا جبکہ اعلیحضرت نواب غفران مکان میر محبوبعلیخان رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ کے لئے اس دار ناپائدار کو خیرباد کہا اور اُن کے خلف الصدق اعلیحضرت نواب میر عثمانعلیخان بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اورنگ ریاست کو معزز و مفتخر فرمایا۔ بعد مین ان کی تکمیل کگئی۔ یہہ بھی ایک جوش تہا جسکو مین نہ روک سکا۔ یہہ نظم مین نے اپنے مذاق کے مطابق لکھی ہے۔ اس مین نہ فلک کی شکایت ہے نہ زمانہ کا شکوہ۔ نہ گل و بلبل کے تعشق کا ذکر ہے نہ شمع و پروانہ کی محبت کا۔ نہ اس مین نرگس و سوسن ہے۔ نہ سنبل و نسترن۔ نہ دارا ممدوح کا دربان ہے نہ سکندر آئینہ دار۔ ایسی نظم اُن طبائع کو جنہین قدیم شاعری کا چسکا ہوگیا ہے کیونکر بہلی نہ معلوم ہو۔ لیکن مین اپنی طبیعت سے مجبور ہون۔ مجھے فرضیت سے حقیقت زیادہ پسند ہے۔ اگر یہہ رنگ نکتہ دان سخن کو پسند آئے تو آیندہ بھی کچھ نہ کچھ اسی رنگ مین لکھنے کی کوشش کیجائیگی۔ ورنہ خیر یہان فرصت ہی کسے ہے۔ آخر مین مین باادب التجا کرتا ہون کہ اِن اوراق مین کوئی لفظی یا معنوی غلطی ہو تو ارباب بصیرت اس سے درگذر فرمائین۔ ع کہ ہیچ نفس بشر خالی از خطا نہ بود فقط ۴ مارچ ۱۹۱۲ء

بندہ نائل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قصیدۂ اول غمی

(۱۰۰ اشعار)

گلشن عالم میں یارب یہ چلی کیسی ہوا
چاشنی بخشش قضا و حاصل جور و جفا

عشرت و راحت مبدل ہیں بہ اندوہ و الم
ہے طرب اور شادمانی کی جگہ آہ و بکا

درہم و برہم ہے سارا جلسۂ عیش و نشاط
ہر مکان۔ ہر کوچہ و برزن میں ہے ماتم بپا

بیگ خلل ہیں مطلقاً فروردین و اردیبہشت
مہر و آبان۔ آذر و دے کا عمل ہے جابجا

سایہ افگن آسمان ہفتمین سے ہے زحل
ڈال لی سعدین نے ہے روئے انور پر ردا

کھا لیا ہے زہر سبزان چمن نے بیگمان
کہ ہے سب کا جسم سبز اور سبز ہے سب کی قبا

ہیں دریدہ پیرہن۔ رنگین کفن سینہ فگار
سرخ و سبز و زرد و نیلی گل ہیں جتنے برملا

لب پہ غنچوں کے ہے مہر خامشی جیلخ زو
باپ ماں کا رنج بچوں کے لیے حیرت فزا

ملہ۱۔ اعلیحضرت نواب غفران مکان میر محبوب علیخان نور اللہ مرقدہ کا وصال ۴ر رمضان ۱۳۲۹ھ مطابق ۲۲ مہر ۱۳۲۰ف مطابق ۲۹ راگست ۱۹۱۱ء روز شنبہ کو ظہر سے کچھ پہلے ہوا۔ یہ بین بارش کا موسم تھا اسلئے ان دونوں قصائد میں زیادہ تر برسات کا تلازم ہے۔

ملہ۲۔ فروردین و اردی بہشت ماہ ہائے بہار سے ہیں اور مہر۔ آبان۔ آذر و دے ماہ ہائے خزان سے حضرت اقدس و اعلیٰ کا انتقال ماہ مہر میں ہوا۔

دور دورہ ہے چغد اور بوم کا چاروں طرف
ہو گیا ہے بے شبہ معدوم دنیا سے ہما

ہے چہکنا بولنا چنڈول[۱] کا یکلخت بند
فاختہ اور قمری کے لب پہ ہے ہو حق کی صدا

[۲] ہے سیہ پوش آسمان اور رو رہا ہے زار زار
قطرہائے اشک سے اسکے ہے اک دریا بنا

[۳] کہتے ہیں حکما کہ گردش ہے زمین کو لیک یہ
وہ ہی کبھی سی ہوئی۔ ظاہر نہیں گردش ذرا

ہے جگر پر خون زمین کا اور اگلتی ہے وہ خون
صدق ہے اس قول کے جو بیر بہوٹی[۴] اک گوا

ق
صحن بستان میں حسینوں سے یہ کہتی ہے حنا[۵]
یہہ نہیں موسم کہ جس میں خون ہو میرا ردا

صوفیان باصفا کی طرح ہوں میں سبز پوش
خون سے بھر کے تم اب رنگیو نہ دست و پا

ق
[۶] بیکسوں سے بھی یہ کہتی ہے زبان حال سے
ڈھونڈتے ہو تم مجھے اب۔ ہے عبث یہ ڈھونڈنا

معتکف ہوں میں برنگ عابد خلوت نشین
لاکھ ڈھونڈو تم نہ پاؤ گے کہیں میرا پتا

صوفیانہ ہے گل اسپچن کا سر تا سر لباس
ماتمی اسود کا ہے۔ احمر کا خونین بدلا۔

ہے گل عصفر ندامت کے سبب سے زرد رو
اس لیے نادم ہے کہ حق وفا نکیا ادا

صحن گلشن سے ہے نگران کاک[۷] کا قد بلند
کر رہا کیا شور عالم میں ہے کیا غلغلا

۱؎ دکن میں صرف چنڈول ایک گانے والا اور بولنے والا پرندہ ہے۔

۲؎ حضرت اقدس اعلیٰ کے انتقال کے روز ابر آسمان پر محیط تھا اور بارش ہوئی۔

۳؎ زمین کی گردش ظاہر نہیں ہے۔

۴؎ برسات کے موسم میں جنگل اور پہاڑوں کے دامن میں بیر بہوٹیاں بکثرت پائی جاتی ہیں۔

۵؎ حنا یعنے مہندی بالخواص سرد تر ہے۔ اسکا استعمال زیادہ تر گرمیوں کے موسم میں کیا جاتا ہے۔

۶؎ حضرت اقدس اعلیٰ کا انتقال ماہ رمضان میں ہوا اور دکن میں قاعدہ ہے کہ کیسا ہی سخت بخار ہو ماہ رمضان میں شتر کشتی سے تو بیکر لیتا

۷؎ کاک کا درخت جو دکن میں بکثرت ہوتا ہے۔

چھوڑ دی ہے خود پرستی اب گل خورشید نے
نیم اک جانب کھڑا ہے ترشرو اور تلخکام
ہاتھ پھیلائے ہوئے برگد کھڑا ہے دردناک
فرط غم سے ہو گیا ہے خون جامن کا سیاہ
گوشہ بستان مین ہے مغموم[3] ہرفاریوڑی
لوٹتا کانٹون پہ ہے کمزور اور لاغر گلاب[4]
سست افسردہ اداس اور خاک بسر ہے سرس
ہے لب جو یہ کھڑا جو کیوڑا مبہوت دست
ہین بھٹون اور بانبیون مین اپنی سب حشرات[6] ارض
کیون کھڑے ہین اک جگہ اشجار سرد اور دم بخود
سرنگندہ کس لئے ہین ڈالیان اشجار کی
کیون پہاڑون نے ملی ہے جسم عریان پہ بھبوت
ہو روان افتان و خیزان آب جو کف در دہن

کیا کرے[1] عابد کہ جب معبود ہو خود بے پتا
اک طرف پیپل ہے ہاتھ اور پیر اپنے مارتا
بال اوسکے ہین کھلے اور لب[2] پہ ہے آہ و بکا
ہے ببولون مین تک اثر اسکا دکھائی دے رہا
اوسکی زردی دے رہی ہے قلت خون کا پتا
خون اک قطرہ نہین گو جسم سب ہے چھد گیا
غم سے ہے سلطان[5] اشجار اندنون خوار و تبا
عمر فانی کو وہ جون آب روان ہے جانتا
ترک کر دی ہر اک نے مطلقاً اپنی غذا
کس کے غم نے کر دیا ہے انکو یون بیدست و پا؟
خاک اوڑاتی پہرتی ہے چارون طرف کیون ہوا
یا انہون نے کسکے غم مین جوگ ہے آخر لیا؟
کیا ہوا ہے فرط غم سے صرع مین وہ مبتلا؟

[1] یہاں ابر کی طرف اشارہ ہے۔

[2] مشہور دکھنی کہاوت ہے "بڑ روے پیپل پیٹے۔ املی کی پیٹ کبھی نہ بہے"۔

[3] ہرفاریوڑی کا درخت جسکا رنگ زردی مائل سبز ہوتا ہے۔

[4] گلاب کا درخت۔

[5] درخت سرس کو حکما نے بوجہ اسکے عمدہ افعال اور خواص کے "سلطان الاشجار" کا لقب دیا ہے۔

[6] سردی کے موسم مین حشرات الارض اپنے سوراخون مین دبکے ہوئے بیٹھے رہتے ہین۔

چھپ گیا ہے کسلیئے خورشید عالمتاب آج
کسلیئے چھائی ہوئی ہے چوطرف غم کی گھٹا؟

ماہ و پروین ہوگئے بے نور کیون اور بے دروغ
کیا ہے جو ہر سو عمل ظلمات کا ہے ہو رہا؟

مکہ[1] مسجد کی طرف کیون دوڑی جاتی ہے یہ خلق
چشم گریان سب کی ہے اور سبکے لب پہ ہے بکا؟

سبکے چہرون پہ ہے اک افسردگی چھائی ہوئی
وہ نہ چہل پہل ہی ہے باقی اور نہ وہ رونق ذرا

یون تو ہر گھر مین ہے گریہ و بکا پر بالخصوص
نالہ و شیون کی چو محلّہ[2] سے آتی ہے صدا!

ساکنان شہر کو ہے گریہ وزاری ہی کام
انکے نالون سے زمین و آسمان ہے پٹ رہا

ہے ہجوم خلق ہر سُو۔ بند ہین سب کام کاج
اژدحام خلق سے ملتا نہین ہے راستا

کیا ضرورت ودر جانیکی ابہی کل کی ہے بات
شہر یہ عشرت کدہ تہا پر ہے اب ماتم سرا

ایکدم کے دم مین کیسی ہوگئی یہ شاہ مات
یاالٰہی کس غضب کا آج یہ پالا پڑا

چاہے لاکہہ انسان کرے تدبیر کوشش اور فکر
پر کبہی دہویا نہین جاسکتا قسمت کا لکہا

ہائے وہ سلطان ذیشان۔ حامیٔ دین متین
پیرو ختم رُسل۔ سردار خیل اتقیا

حق شناس و حق سگال و حق پژوہ و حق نگر
خلق پرور۔ عدل گستر۔ سایۂ ربّ علا

مورد الطاف یزدان۔ مصدر فیض ازل
مظہر ذات الٰہی۔ مرجع اہل صفا۔

گوہر دُرج فتوت۔ نیر برج مہی۔
منبع صدق و مکارم۔ معدن جود و عطا۔

تہے یتیمون اور بیواؤن پہ جو از بس شفیق
جو غریبون کے تہے حامی۔ بیکسون کا آسرا

---

[1] مکہ مسجد مین قبر تیار ہو رہی تہی اور یہین خلایق کی کثرت تہی۔

[2] حضرت اقدس و اعلیٰ کا انتقال قصر فلک نما مین ہوا۔ اور لاش مبارک وہان سے بذریعہ موٹر چو محلہ لائی گئی۔ رات کے ایک بجے کے قریب جنازہ شاہی اعزاز سے مکہ مسجد مین داخل ہوا۔ اور اُس دُر یکتا سے خوبی اور گل گلبن محبوبی کو آغوش لحد کے سپرد کیا گیا۔

گبرا اور ترسا تہے جنکے سفرے پہ روزینہ خوار — مومن و کافر تہے جنکے خوان کے نزلہ ربا

جنکے بذل و موہبت سے اٹھ گئی رسم سوال — نا مراد اتبک نہ جنکے در سے کوئی سائل پہرا

تہی سخاوت اور شجاعت جنکی یون مشہور خلق — محو دل سے نام حاتم اور رستم کا ہوا

معرفت سے رب یزدان کی غنی تہا جنکا دل — دولت دنیا سے دون پہ تہا نہ جنکو اتکا

باوجود آسایش اور آرام کے سامان کے — ہاتھ کا تکیہ تہا جنکو اور زمین کا بستر ا

علم و فضل اور فہم و دانش مین نہ تہا جنکا جوڑا — جنکا شاہان جہان پہ سکہ تہا بیٹہا ہوا۔

آج وہ دار البقا کی سمت راہی ہو گئے — کرکے ہمکو آفت و رنج و الم مین مبتلا۔

ماہ رمضان کی تہی چہ تہی تیرہ سو اتنتیس سن — روح اونکی خلد مین پہنچی۔ وہ دن منگل کا تہا

ق

وہ دکن کا ماہ رخشان جسکے روشن نور سے — مشرق و مغرب تہا آخر چہا مرقد مین چہپا

ٹیک جیب ہوتا ہی پنہان چاند ہم سے اسطرف — سمت مقابل مین اوسکا نور ہے جلوہ نما۔

لیس یہی ہے حال اس سلطان حق آگاہ کا — عالم باطن پہ ہے در اسکے فیضان کا کہلا

اسکے غم مین مضطرب اور بیقرار اہل جہان — کہتے ہین اہل جنان در چشم ما بنشین بیا

ایسا صدمہ یہہ نہین جسکی تلافی ہو سکے — اس الم مین خون ہی روئین اگر ہم ہے بجا

شاہ ایسا کس نے دیکہا آجتک کس نے سنا — عادل و باذل شجاع و ذی مروت۔ با حیا؟

چند روزہ ہے جہان دل بستگی اس سے نکر — خواب ہے گویا۔ کہلی جب آنکہ تو کچہہ بہی نہ تہا

تجہسے پہلے آئے لاکہون اور لاکہون چل بسے — نیک و بد عالم و جاہل اور فقیر و بادشا۔

شوکت جم[1] ہے نہ باقی۔ نہ سکندر[2] کا حشم — عدل افریدون کا ہے۔ نہ ظلم ہے ضحاک کا

---

[1] جم جمشید کا مخفف ہے۔ جمشید ایران کا نہایت ذی جاہ اور صاحب شان و شوکت بادشاہ تہا۔ عید نوروز اسی بادشاہ کی یادگار رہی۔

[2] سکندر کو بعض مورخین نے رومی اور بعض نے یونانی لکہا ہے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ وہ نہ رومی تہا نہ یونانی بلکہ مقدونیہ کی ایک وحشی قوم کا بادشاہ تہا۔ زمانہ قدیم کے بزرگترین فاتحون مین اسکا شمار کیا جاتا ہے۔

قیصران روم ۔ فغفوران چین ۔ رایان ہند
تھے بڑے شہرور بیشک رستم و اسفندیار
جام جمشید[۱] اب کہاں اور سد اسکندر[۲] کہاں
اب کہاں نمرود[۴] کا تخت روان بر رو باد
اب کہاں خلفائے عباس و امیہ کی ترک
تھے یہہ سب خاکی نژاد اور خاک ہی مین ملگئے
کیا ہوئے دلی[۶] اجودہیا[۷] ۔ ہستنا پور[۸] اور گوڑ[۹]

انکی قبروں کا نشان ڈہونڈہیے بہی ملتا پتا
لیک اب انکا فقط اک نام باقی رہ گیا
دولت قارون[۳] کہان جسکی نہ تہی کچھ انتہا؟
اب کہان شداد[۵] کی جنت لطیف و پر فضا؟
ہند کے شاہان مغلیہ کا دورہ کیسا ہوا؟
خاک سے پوچہو کہ انکے ساتہہ اسنے کیا کیا؟
قرطبہ[۱۰] ۔ بغداد[۱۱] ۔ بابل[۱۲] ۔ اصطخر[۱۳] اور نینوا[۱۴]؟

۱ جام جمشید ایک آلہ تہا جسکے ذریعہ سے تمام دنیا کا حال دریافت ہوتا تہا۔

۲ جب سکندر نے ایران اور توران کو فتح کیا تو اقوام تاتار کے دستبرد سے اپنے مفتوحہ ممالک کو بچانیکے لئے اس نے ایک عظیم الشان دیوار تعمیر کی ۔ اسی کا نام سد سکندر تہا ۔ اس کا ذکر قران شریف مین ہے۔

۳ قارون زمانہ قدیم کا ایک نہایت دولتمند بادشاہ ۔ اسکا ذکر قران شریف مین ہے۔

۴ نمرود بابل کا نہایت طاقتور کافر بادشاہ جس نے ایک تخت روان تیار کرایا تہا جسے گدہ لیکر آسمان پر اڑتے تہے اسی کی ہدایت کیلئے حضرت ابراہیم

۵ شداد قوم عاد کا نہایت طاقتور اور صاحب سطوت بادشاہ ۔ یہ قوم ملک عرب کے جنوبی حصہ مین بستی تہی ۔ شداد نے بڑے اہتمام سے ایک مصنوعی بہشت تیار کرائی تہی جسکا ذکر قران شریف مین ہے لیکن خدا کا حکم تہا کہ اس وہ بہشت نہ دیکھنے پائے اور اسمین داخل ہونے سے قبل ملک الموت نے اسکی روح

۶ پرانی دلی مراد ہے۔

۷ اجودہیا ملک اودہ میں راجہ رام چندر جی کے باپ راجہ دسرتھ کا دار السلطنت تہا۔

۸ ہستنا پور دلی کے قریب قوم پانڈو کا پایہ تخت تہا۔

۹ گوڑ ملک بنگالہ کا قدیم دار السلطنت جسکے کہنڈر اب بہی سیاحون کو محو حیرت بناتے ہیں۔

۱۰ قرطبہ اسپین کے مسلمان سلاطین کا مشہور دار الخلافت۔

۱۱ بغداد قدیم عراق کا مشہور شہر جو ایران کے شاہان ساسانیہ اور انکے بعد عہد اسلام مین خلفاے عباسیہ کا پایہ تخت رہا۔

۱۲ بابل زمانہ قدیم کا سب سے زیادہ شاندار اور وسیع شہر دریائے فرات کے کنارے آباد تہا ۔ اسکا ذکر قران شریف مین ہے۔

۱۳ اصطخر ایران قدیم کا پایہ تخت جہان جمشید ۔ فریدون ۔ کیخسرو ۔ وغیرہم قدیم شاہان ایران نے حکومت کی ۔ اسکے قصر چہل منار کے آثار جو جمشید کا بنایا ہوا تہا اب تک موجود ہین اور سیاح انگریزی دلچسپی سے دیکھتے ہین ۔ یہ شہر زمانہ حال کے شیراز سے تہوڑے فاصلہ پر تہا۔

۱۴ نینوا سلطنت آشور کا عظیم الشان پایہ تخت دریائے دجلہ پر موصل کے قریب واقع تہا ۔ حضرت یونس اسی شہر کے باشندون کی ہدایت کیلئے خدا کی طرف سے مامور ہوئے تہے ۔ اسکا ذکر قران شریف مین بالتفصیل موجود ہے۔

کھنڈروں مین لوٹتے ہین انکے کتے اور گدہے — انکے ویرانون مین الو لیتے ہین بے دغدغا

کی سلیمان نے حکومت انس و جن پر مدتون — لیک انکو بھی یہان سے ایک دن جانا پڑا

خطۂ یونان[1] کہان اور آشور[2] کلدان[3] کہان — اب کہان ہے انکی حکمت اور نجوم و فلسفہ[4]

تہے جو کسرایان[5] ایران اور فرعونان[6] مصر — شان و شوکت مین نہ تہا انکا سا کوئی دوسرا

اسطرح انکو زمانے نے کیا نابود و نیست — نام بھی معدوم ہے انکا۔ نشان کا ذکر کیا؟

جب تجھے جانا ہے اکدن اس جہان سے ای فہیم — ٹہا ٹہہ رہنے والون کا سا تو نہ یہان ہرگز جما

ہے سرا دنیا۔ مسافر اہل دنیا ہین تمام — چندروزہ ہے یہان رہنا ہمارا برملا

جتنا ممکن ہو علائق سے تو رہ دنیا کے دور — کہ مسافر جسقدر ہلکا ہو اتنا ہی بھلا

یہ دو روزہ زندگی جون تون گذر ہی جائیگی — چاہیے انجام پر رکہے نظر انسان سدا

چھوڑ جاتا ہے جہان مین اپنے بعد انسان فقط — نام نیک یا نام بد۔ سب ہیچ ہے اسکے سوا

خوش نصیب وہ لوگ ہین جن سے ہون دائم یادگار — نیک کام اور نیک وصف اور نیک آئین و ادا

[1] یونان وہ ملک نہین ہے جسے زمانہ حال مین گریس کہتے ہین۔ جو جزیرہ نمائے بلقان کے جنوبی حصہ مین واقع ہے۔ بلکہ اسکے مقابل ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر ایک اور ملک تہا جسے اہل گریس نے آباد کیا تہا۔ اسکا نام آئیونیا تہا جس سے لفظ یونان نکلا ہے۔ قوم گریک کے نامی گرامی شعرا۔ مورخ اور فلسفی زیادہ تر اسی خطہ کے رہنے والے تہے۔

[2] آشور زمانہ قدیم کی عظیم الشان سلطنت جسکا پایہ تخت نینوا تہا۔

[3] کلدان زمانہ قدیم کی سب سے زیادہ قدیم سلطنت جسکا پایہ تخت بابل تہا۔

[4] یونان کا حکمت و فلسفہ اور آشور کلدان کا نجوم مشہور ہے۔

[5] کسریٰ شاہان ایران کا لقب۔

[6] فرعون شاہان مصر کا لقب۔

گو وہ مرجاتے ہین بظاہر۔ باطناً زندہ ہین وہ
اسطرح دنیا مین جی کر لوگ ہوتے ہین تیرے بعد
دولت دنیا پہ مست مغرور رہنا دان عبث
کہتے ہین مرنے کو چھوٹے اور بڑے سب شتاباں
مردہ وہ ہی جس سے نیک اوصاف ہون نہ یادگار
ہے ہمارے شاہ حق آگاہ کی حالت یہی۔
خوبیان اسکی رہینگی یاد جبتک ہے جہان
ہم تہے جاہل اور اسپر اپنے لطف خاص سے
ہم تہے بیمار۔ اُسنے بہیجا ہے ہم حاذق طبیب
سخت بے بہرہ تہے ہم اخلاق اور آداب سے
بہیلتے تہے ہم تکالیف سفر۔ اُسکے طفیل
معرض خوف و خطر مین تہا ہمارا جان و مال
الغرض اُس نے ہماری استراحت کیلئے
یعنے وحشی سے بنایا اس نے متمدن ہمین
شاہ کے اوصاف خارج ہین ز امکان بشر
میر محبوب علی شاہ دکن کو اے غفور
رکہہ سلامت باکرامت اسکی آل اولاد کو

زندگی دائمی حاصل ہے اونکو از خدا
تہا یہ نیک انسان۔ بخشے اسکو حق جل و علا
کونسی شے ہے یہان کی جسکو حاصل ہو بقا
یعنے یہ نقل مکان ہے۔ کچھ نہین اسکے سوا
جسنے نیک اوصاف چھوڑے وہ نہین ہرگز مرا
نیکیون سے اپنی وہ زندہ رہے گا دائما۔
کسطرح ہم اوسکے احسانون سے ہون عہدہ برآ
کر دیا علم و ہنر کا باب اس نے ہم پہ وا
اور مداوا مین ہمارے کی نہایت اعتنا
صورت مس ہم تہے اور شہ کی نظر تہی کیمیا
کہیل بچون کا سفر اب ہے بلا چون و چرا
ہین امن مین ہم بدولت اسکی اب شکر خدا
راحت و آرام کی اپنے نہ کی پروا ذرا
کسطرح ہو شکر احسان اسکا پہر ہم سے ادا
ختم کر اب ذکر یہ قائل۔ دعا کو ہاتہہ اوٹہا
رکہہ جوار رحمت پاینده مین اپنے سدا
فیض ہو اہل جہان کو اُن سے تا روز جزا
آمین!!

قطعہ تاریخ ارتحال پر ملال اعلیحضرت نواب میر محبوب علیخان نور اللہ مرقدہ

رفت چون سلطان اعدل جہان — مرحبا گفت از طرب رضوان خلد
زد سر پا خاکدان دہر را۔ — میکنند سیر گل و ریحان خلد
چارم رمضان۔ سہ شنبہ قبل ظہر — گشت راہی سوئے چمنستان خلد
این سرائے چند روزہ را بہشت — کرد استقرار در ایوان خلد
رفت ما را در محیط غم گزاشت — گشت خود از جملۂ اعیان خلد
تال مال از رفتنش اہل جہان — باغ باغ از مقدمش سکان خلد
ہم نشین مصطفٰے و مرتضٰے — شہریار ماست در دیوان خلد
قایل محزون و مضطر چون بجست — سال فوت آن سر و سامان خلد
از سروش غیب آمد این ندا — جائے محبوب علی بستان خلد

۱۳۲۹ھ

رباعیات

دنیا کی بے ثباتی وغیرہ مین

(۱)
فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہے دنیا مردار[۱] — اور طالب دنیا ہے سگ جیفہ خوار
رشتۂ الفت کا اس سے توڑ دے قایل — کب تک دنیا کے لیے یون خوار و زار

لہ حدیث صحیح الدنیا جیفۃ وطالبہا کلاب۔

(۲)

دنیا ہے سرا۔ مسافر اہل دنیا　　لازم ہے ہمیں مثل مسافر رہنا
رکھو نائل سدا نظر منزل پہ　　یہہ تار نفس کوچ کا ہے راہ نما

(۳)

دنیا میں غرور و کبر و نخوت کس پر　　انسان کی خمیر میں ہے خود نقص و ضرر
ہر چیز یہاں کی ہے سراپا نقصان　　بے نقص فقط ہے ذات ربِّ اکبر

(۴)

شہرت کام آئے گی۔ نہ دولت اور مال　　ماں باپ۔ نہ بھائی اور بہن۔ اہل و عیال
نائل کچھ عاقبت کا توشہ کر لو　　ہر اک کا یہاں ہے نفسی نفسی کا حال

(۵)

اِنسان کی زندگی بھی ہے اک جنجال　　خالی راحت سے۔ رنج سے مالا مال
یہہ مدّت اندک عمر جس کا ہے نام　　ہے اک سر اور ہزار سودا کی مثال

(۶)

دن عمر کے گذرے مثل باد صحرا　　راحت گذری۔ اور رنج و غم بھی گذرا
غفلت میں ہماری گذری یہ عمر تمام　　لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه

(۷)

کب تک تو اے طائر دل صید ہوس　　حلوے کے طباق پہ ہو جیسے مگس
حلوا بھر مگس ہے کب دام سے کم　　دنیا بھی تیرے لئے نہیں کم ز قفس

(۸)

جب صبح ہوئی تو شام بھی ہوگی ضرور　　فکر امروز و فردا دل سے کر۔ دور

ہر دم انسان کو چاہیئے حق پہ نظر — ہے فکر میں تیرے خود ترا ربّ غفور

(۹)

مقسوم ہے رزق ۔ فکر سے کیا حاصل — کوشش البتہ شرط ہے اے عاقل
بیجا ہے زیادہ طلبی کی خواہش — کُتّے سے قناعت کا سبق لو فاضل

(۱۰)

گرما آیا تو خواہش باران ہے — برسات میں جاڑون کیطرف میلان ہے
اس دیر خراب میں نہیں چین کبھی — کیا ہی بے چین و مضطرب انسان ہے

قطعہ

قضا طبیب سے کہتی ہے ہنس کے اے نادان — خلاف مرضی رب ہے یہ تو جو کرتا ہے
ترے مریض کا آوند عمر ہے لبریز — عبث تو عقل پہ نازان ہے ۔ اب وہ مرتا ہے

اعلیحضرت نواب غفران مکان کی ہر دلعزیزی

آسایش دوگیتی تفسیر این دو حرف است
حافظ
با دوستان تلطف با دشمنان مدارا ۔

دنیا میں جو چیز ہے فنا ہونے والی ہے ۔ بجز ذات خدا کسی کو بقا نہیں جسکی ابتدا ہے اسکی انتہا بھی ہے ۔ دنیا کی ہر چیز بتا رہی ہے کہ ہم یہاں ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آئے ہیں ۔ سورج اور چاند نکلتے ہیں ۔ اور غروب ہو جاتے ہیں ۔ صبح سے شام کا اور دن سے رات کا پتا چلتا ہے ۔ پھول کھلتے ہیں اور مرجھا کر گر پڑتے ہیں ۔ اُجالا ہے تو اندھیرا بھی ہے ۔ خوشی ہے تو غمی بھی ہے ۔ بادل

آتا ہے اور مینہہ برستا ہے۔ تہوڑی دیر مین دیکہو تو دہوپ نکل آتی ہے۔ ابہی دہوپ پڑتی تہی۔ ابہی کالی گہٹا چہاگئی اور مینہہ برسنے لگا۔ غرض کسی چیز کو ثبات نہین۔ کسی کام کو پائداری نہین۔ یہہ منڈان جسمین ہم ہین۔ سو برس کے بعد ملیامیٹ ہو جائے گا۔ گویا تہا ہی نہین۔ خوش نصیب وہی لوگ ہین جو اس چند روزہ زندگی کو اسطرح گذار دین۔ کہ ابنائے جنس کو انکے ہاتہہ سے حتی الوسع فائدہ پہونچے۔ انسان اپنے بعد صرف اپنے اوصاف چہوڑ جاتا ہے۔ نیکی یا بدی۔ بہلائی یا بُرائی۔ بڑے بڑے بادشاہ بڑے بڑے مقنن۔ بڑے بڑے حکیم اور فیلسوف گزرے ہین۔ اب انکا نام ہی نام رہگیا ہے۔ کوئی ظالم تہا کوئی عادل۔ کوئی نیک تہا کوئی بد۔ نہ وہ رہے نہ ہم رہینگے جسطرح انکا نام ہے۔ اسی طرح ہمارا بہی رہے گا۔ مگر بہلائی کے ساتہہ یا برائی کے ساتہہ۔ غفران مکان نواب میر محبوب علیخان خدا انکے درجات بلند کرے اُسی قانون قدرت کے مطابق جسکا ہر متنفس پابند ہے اس جہان فانی سے سدہار گئے اور اُس جگہ جا پہونچے۔ جہان اون سے پہلے کروڑون جا چکے ہین۔ انکے عادات و خصائل۔ انکے محاسن و معائب (اگر معائب کچہہ تہے) پر رائے زنی کرنا انکے سوانح نگار اور تذکرہ نویس کا کام ہے۔ ہم کو یہان انکی زندگی کے صرف ایک وصف یعنی مقبولیت عام سے بحث کرنا مقصود ہے۔ دنیا مین اسوقت صدہا بادشاہ اور حکمران موجود ہین۔ کیا ان سب کو مقبولیت حاصل ہے ؟ کیا ان سب کو ان کی رعایا اپنی جان سے زیادہ عزیز جانتی ہے۔ اسکا جواب سوا نہین کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہہ زمانہ تہذیب اور تمدن کا ہے۔ نئی روشنی کی جہلک نے خیالات مین جدت پیدا کردی ہے۔ حاکم و محکوم کے حقوق و فرائض نہایت

شرح وبسط کے ساتھہ بیان ہوئے ہین۔ اگر ذرا بہی اِن سے انحراف کیا جاتا ہے تو نکتہ چین اعتراض کی بوچہاڑ کر دیتے ہین۔ زمانہ حال کا رجحان زیادہ تر جمہوری اور آئینی سلطنت کی طرف ہے۔ مطلق العنان بلکہ اکثر اوقات جمہوری بادشاہون کے بہی اقتدارات کم کرنے کے لئے ذرایع اور وسائل سوچے جاتے ہین۔ ایسے زمانہ مین کسی بادشاہ کا اپنی رعایا مین ہر دلعزیز ہونا مشکل ہے۔ یورپ کے اکثر جلیل القدر سلاطین ہمیشہ اپنی جان ہتہی مین لئے پہرتے ہین۔ پادشاہ کی حفاظت کے لئے چوکی پہرہ کا ایسا وسیع انتظام کیا جاتا ہے کہ سلطنت کی آمدنی کا ایک معقول حصہ اسکی نذر ہوجاتا ہے۔ پادشاہ دار السلطنت سے اگر ذرا بہی باہر جائے تو ریلوے لین اور سڑک کے راستون کی دونون طرف پہرہ بندی کی جاتی ہے۔ انارکسٹ۔ نہلسٹ۔ اور دیگر انقلاب پسند فرقون سے پادشاہون اور ان کے ہواخواہون کا ناک مین دم ہے۔ نہ دن چین ہے نہ رات نیند۔ مغرب چہوڑ مشرق کو لیجیے۔ ٹرکی۔ ایران اور مراقش تینون اسلامی سلطنتون مین انقلاب حکومت ہوا۔ رعایا نے پادشاہ کو معزول کر دیا۔ اور اپنی پسند کے مطابق دوسرا پادشاہ تجویز کیا۔ افغانستان بہی انقلاب پسندون سے خالی نہین۔ جاپان اور چین مین بہی انکا وجود پایا جاتا ہے۔ غرض دنیا مین بہت کم ایسے ملک ہین۔ جہان پادشاہ اور رعایا مین کچہہ نہ کچہہ اختلاف نہو۔ البتہ فرق اتنا ہے۔ کہین زیادہ ہے۔ کہین کم اسکے برعکس ہماری سلطنت کا حال ہے۔ یہان کی رعایا کو حضرت غفران مکان کے ساتہہ بلامبالغہ وہ تعلق تہا جو اولاد کو ماں باپ سے ہوتا ہے۔ وہ اپنے عزیز پادشاہ پر ایک جان تو کیا سو جان نثار کرنے کے لئے تیار رہتی تہی۔ یہہ وہ

زمانہ نہین کہ متمدن ممالک مین بادشاہ کو ظلّ اللہ علی الارض خیال کیا جائے۔ لیکن ریاست حیدرآباد دکن کی رعایا اپنے محبوب پادشاہ کو اس سے بہت زیادہ جانتی تھی۔ اسکی محبت پرستش کی حد تک پہونچی ہوئی تھی۔ ہندو حضرت غفران مکان کو پرمیشر کا اوتار خیال کرتے تھے تو مسلمان۔ عیسائی اور پارسی انکو ایک ولی کامل اور برگزیدہ بندۂ خدا سمجھتے تھے۔ جس چیز کو انکا ہاتھ لگ گیا وہ مقدس خیال کی جاتی تھی۔ جس گھر مین انکا گزر ہوا وہ مبارک تصور کیا جاتا تھا۔ جس راستے سے انکی سواری جاتی تھی وہان ہزارون مخلوق ان کے اشتیاق دید مین جمع رہتی تھی انکی دی ہوئی چیز باپ تبرکاً اپنی اولاد اور احفاد کے لیئے رکھہ چھوڑتا تھا۔ انکی ہم کلامی کو بڑے بڑے عالی پایہ اور ذی رتبہ اشخاص اپنے لیئے باعث افتخار سمجھتے تھے یہہ حال ہر طبقہ اور ہر فرقہ کے لوگون کا تھا۔ امیر غریب۔ انپڑھ تعلیم یافتہ۔ ملازم غیر ملازم غرض ہر خیال اور ہر مذاق کے آدمی اپنی وفاشعاری کا ثبوت دینے مین ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتے تھے۔ حضرت غفران مکان کی تصویر قریب قریب ہر گھر مین ملے گی اور ہر صبح انکا درشن نہایت مبارک اور تمام دن ہنسی خوشی سے بسر کرنے کا یقینی ذریعہ خیال کیا جاتا تھا۔ عادل آباد کے مزارعین۔ مدگل اور پالونچہ کے چرواہے۔ ناندیڑ اور اورنگ آباد کے تجار اُن کی ذات سے اسیقدر عقیدت رکھتے تھے جسقدر کہ شہر حیدرآباد کے امرا و غربا۔ وضیع و شریف اُن کے شیفتہ و دلدادہ تھے۔ انتہائے مصیبت کے وقت مین بھی حیدرآبادی اپنے پادشاہ کو دعا دینے سے نہین رکتا تھا۔ اوسکے خویش واقارب مر جائین۔ اسکا گھر تباہ ہو جائے۔ اسکی نوکری جاتی رہے پھر بھی

پہر کہکر وہ دلکو تسکین دیتا تہا کہ پادشاہ سلامت رہین تو ان سب کی تلافی ہو جائیگی۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے کہاتے پیتے۔ غرض ہر وقت ہر حالت مین وہ پادشاہ کا شکر گزار اور انکے حق مین دست بدعا رہتا تہا۔ پہر تو انکی زندگی مین حالت تہی حضرات غفران مکان کے مرنے کی خبر سنکر تمام شہر مین ایک کہرام مچ گیا۔ ہر کہہ و مہ روتا تہا اور اپنے پادشاہ کے محاسن و محامد کا ذکر کرتا تہا۔ انتقال کے بعد کئی لاکہ آدمیون کا مجمع شہر مین ہو گیا۔ تجہیز و تکفین کا انتظام بہت رات گئے ہوا۔ لیکن پہر بہی مکہ مسجد مین پچیس تیس ہزار آدمیون سے کم نہ تھے۔ جب جنازہ مکہ مسجد مین لایا گیا۔ تو نالہ و شیون کی آواز سے زمین آسمان پہٹے جاتے تہے۔ ہر شخص یہ کوشش کرتا تہا۔ کہ کسی طرح جنازہ کو چہولے۔ لیکن کثرت خلایق سے بہت کم آدمیون کو یہہ عزت نصیب ہوئی۔ اور جنکو نصیب ہوئی وہ اُس پر فخر و مباہات کرتے ہین۔ اتبک قبر زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ ہزارون آدمی دور دراز مقامات سے آکر مرقد پر پہول چڑہاتے ہین۔ پہول حالانکہ وقتاً فوقتاً ہٹا دئے جاتے ہین۔ پہر بہی ہر وقت قبر پر ایک انبار لگا رہتا ہے۔ غرض ہر مذہب و ملت۔ ہر طبقہ و فرقہ کے لوگون مین حضرت غفران مکان کا ماتم ہے اور یہہ ایسی بات ہے جس سے ان کے بدرجہ نہایت ہر دلعزیز اور مقبول عام ہونے کا ثبوت ملتا ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ۔

اب یہہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اعلیحضرت مرحوم و مغفور کی اس ہر دلعزیزی اور عام مقبولیت کا کیا باعث تہا۔ اسکا جواب انکی بے لوث نیک نفسی بے رو و رعایت عدل گستری اور عالی حوصلہ فیاضی ہے۔ حضرات غفران مکان کے

اوصاف ضرب المثل اور شہرۂ آفاق ہین۔ خود حضرت آنجہانی کا ارشاد ہے ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہین دریغ ۔ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

یہہ ایک شعر اونکے طرز عمل کا لب لباب اور اس قابل ہے کہ ہر بادشاہ بلکہ ہر فرد بشر اوسکو اپنے لوح دل پر کندہ کر رکھے۔ سچے ایثار نفس۔ بے رو رعایت عدل گستری اور شاہانہ فیاضی کا حضرت آنجہانی نے جو ثبوت دیا اسکی نظیر تاریخ مین بمشکل مل سکے گی۔ لذات دنیوی سے اونکو بہت کم حصہ ملا۔ ہمیشہ درویشانہ زندگی بسر کی۔ عدل و انصاف مین کبھی کسی مذہب و ملت کے امتیاز کا خیال نہین کیا۔ ان کی سخاوت اور فیاضی کا گھر گھر چرچا ہے۔ یہان اسکے اعادہ کی ضرورت نہین۔ غرض حضرت غفران مکان کا نام ابدالاباد تک تاریخ ہند و دکن مین سنہری حروف سے لکھا جائے گا۔ اور آنے والی نسلین ان کے کارنامون سے اپنی زندگی کا سبق حاصل کرینگی۔

خاتمہ پر ہماری دعا ہے کہ ہمارے موجودہ آقا اعلیحضرت نواب میر **عثمانعلیخان** بہادر خلد اللہ ملکہٗ و سلطنتہ اپنے واجب الاحترام پدر بزرگوار کے نقش قدم پر چلکر اپنی قریباً ڈیڑھ کروڑ رعایا کے جو ودائع بدائع حضرت احدیت ہین فلاح و بہبود مین بدل کوشان رہین۔ **آمین**۔

ازان بہرہ ورتر در آفاق کیست
کہ در ملک رانی بہ انصاف زیست
سعدی

قصیدۂ ثانی خوشی[1]

(۱۰۰ اشعر)

سمت یثرب[3] سے سوئے ہندوستان آئی صبا[2] ۔۔۔ لے کے جلو مین لشکر باران رحمت آ گیا

اسکی آمد[4] سے ہوا سرسبز بستان دکن ۔۔۔ قالب مردہ تھا گویا یک بیک زندہ ہوا

[1] اس قصیدہ مین اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر جی سی ایس آئی خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ کی تخت نشینی کا ذکر ہے۔ ۳ رمضان ۱۳۲۹ھ کو منگل کے دن قبل ظہر اعلیحضرت نواب غفران مکان کا وصال ہوا۔ اسکے دو گھنٹے کے اندر اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر کی مسند نشینی کا اعلان تمام شہر مین کیا گیا۔ ۶ رمضان ۱۳۲۹ھ جمعرات کی صبح کو حضرت غفران مکان کی فاتحہ سوم تھی۔ شام مین چو محلہ مبارک مین دربار ہوا جسمین جملہ عائدین شہر اور صاحب رزیڈنٹ بہادر وغیرہ شریک تھے۔ اس دربار مین اعلیحضرت میر عثمان علیخان بہادر زید اللہ عمرہ و دام اللہ شوکتہ نے ریاست ابد مدت حیدرآباد دکن کی مسند شاہی پر جلوس فرمایا اور لاکھون مضطرب اور غمزدہ خلائق جنکو حضرت غفران مکان کی جدائی ازبس شاق تھی بمصداق اسکے کہ اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ اس نوباوۂ حدیقہ کامرانی اور گل گلبن جہانبانی کو باپ کی جگہ دیکھکر باغ باغ ہو گئے۔ باپ کا غم بیٹے کے دیدار نے بہلا دیا خدا اس خوشی مین روز افزون ترقی بخشے آمین۔

[2] اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر کی تخت نشینی چونکہ عین بارش کے موسم مین ہوئی لہذا اس قصیدہ مین بھی برسات کا تلازم ہے۔

[3] برسات کی ابتدا دکن مین اسطرح ہوتی ہے کہ بحر عرب سے بادل اوٹھتے ہین اور ہوا کے زور سے دکن کے مطلع پر پہیل کر مینہ برساتے ہین اسی کو انگریزی مین عربین سی کرنٹ (Arabian Sea Current) یا نارتھ ویسٹ مانسون (North West Monsoon) کہتے ہین چونکہ نزول باران رحمت سرزمین عرب کی طرف سے ہوتا ہے اسلئے مین نے قصیدہ کی ابتدا اسی سے کی ہے۔ یثرب یعنی مدینہ طیبہ عرب کا ممتاز شہر اور جملہ مسلمانونکا امیدگاہ ہے یہان اوسکے فیضان باطنی کی طرف اشارہ ہے۔

[4] برسات کیا انسان کیا حیوان کیا نبات اور کیا جماد سب کے لئے بقائے حیات کا ذریعہ ہے۔ برسات نہو تو کوئی شے زندہ نہ رہے۔

رشحۂ رحمت سے حق کے ہے فضائے ارض تر
اور نسیم لطف بہیروان سے معطر ہے ہوا

آسمان پہ بادلے کا شامیانہ ہے نصب
جھاڑیان دیکہو زمین پہ فرش مخمل ہے بچہا

یون نکلتے ہین زمین سے سبزہ و گل آجکل
شام ہین آئین نظر جسطرح اختر بر سما۔

جملہ موجودات عالم ہین نہا کے پاک و صاف
انکا نکہرا جوبن آنکہونمین ہے سبکی کہب رہا

سبزہ و گل جلوہ افروزان ہین تخت شاخ پر
ایک عالم محو نظارہ ہے چھوٹا کیا بڑا

جھومتے ہین کس خوشی سے جہاڑ مستونکی طرح
ڈالیان باہم گلے ملتی ہین یا ناز و ادا۔

نور آنکھون کو ہے حاصل سبزۂ نورستہ سے
لطف ہے کہسار مین آب روان کا بر ملا۔

شاخ گل پہ کرتا ہے خوش فعلیان ہر برگ سبز
ہر گل رعنا کو شفقت سے جہلاتی ہے ہوا۔

کسقدر دلکش ہے سبزان چمن کا حسن سبز
صبر کہو بیٹہین اگر عشاق گلشن ہے بجا۔

ہے گل خودرو کی فرش خاک پر کیسی بہا
کتنا ہے پر لطف سرخ و زرد و ابیض کا سما

کیا عجب گر سرو آزاد اب کی پہولے اور پہلے
آئی ہے[۱] ایسی بہار اور جوش پر ہے نامیا

سبزہ زار روشین رواں نہرین ہین یا یون سمجہو
لٹکہڑاتی چال سے معشوق ہے کوئی چل رہا

پیکر خوبی ہے اور تصویر زیبائی گلاب[۲]
چاہے وہ جس رنگ مین ہو۔ ہے بلا شک دلربا

شام ہوتے ہی چنبیلی کیا دکہاتی ہے بہار
رات کو کسطرح شبو دل کو لیتی ہے لبہا

ہے گل عباس ظاہر ہر جگہ اک رنگ مین
قرمزی۔ چنڈری۔ سفید اور زرد مخمل کہربا

جلوہ افگن ہے کنول کس لطف سے تالابین
صاف باطن خندہ رو خفقان ربا۔ فرحت فزا

گوکہرو[۳] سینے ہے جوڑا زرد مخمل نو عروس
بخشتی ہے اسکی گہری زردی آنکھون کو جلا۔

۱ برسات ہندوستان کا موسم بہار ہے۔
۲ گلاب کا پہول کئی قسم اور کئی رنگ کا ہوتا ہے۔
۳ گوکہرو کا پہول مراد ہے جو برسات کے موسم مین جنگل مین بہت لطف دیتا ہے

مل لیا ہے موم روغن منھ پہ شاید گیندے نے
جس سے اسکا حسن اور جوبن دو بالا ہو گیا

ہین ہزارے کی اداؤن پر ہزار دل شیفتہ
محو نظارہ ہین لاکھون کچھ عجب ہے یہ سما

کسقدر خوش رنگ ہین یہ پھول پیپل پا رس کے
صانع برحق کی دیتے ہین وہ صنعت کا پتا

ڈھاک کا تختہ ہے جنگل مین کہ لالے کا چمن
خوب آنکھون کی ضیافت کا ہے یہ سامان نیا

گہری سبزی دھان کی ہے نور عین اور سوز قلب
کھیت گویا اسکے ہین سو غمگسارون سے سوا

صحن[1] باغ اور کنج صحرا مین ہے پیپل خوش عمل
خندہ زن جو فن خوشی و خرمی سے برملا

پوچھتے[2] کیا ہو کہ اس موسم مین کیسا ہے انار
ق
شاد و خرم - غم سے خالی اور امنگون سے بھرا

سرخروئی اسکے پھولون اور پھلون سے ہے عیان
اسکے پتے اسکی سرسبزی کا دیتے ہین پتا

گوشہ[3] بستان مین نارنگی کھڑی ہو دیکھنا
ق
مائل شوخی و تیزی - حامل جور و جفا

اسکی نکہت سے معطر اہل عالم کا دماغ
اسکی شیرینی تر و دلسوز اور رحمت فزا

ہوشیار بیٹھے لجا لو دیکھ کے رکھنا قدم
چھو نہ جائے اس سے دامن یہ ہے سراپا حیا

کس خوشی سے چہچہے کرتے ہین صحن باغ مین
چڑیان خاکستر قبا اور بلبلین رنگین قبا

ناچتا ہے مور جنگل مین ز فرط انبساط
کوکتی ہے بن مین کوئل - اسکی دلکش ہے صدا

صبح ہوتے ہی یہ طوطون اور میناؤن کے غول
چہچہے اور قہقہے کرتے ہین بر روئے ہوا

ہے سراپا فارغ البالی و خوش حالی خروس
بانگ سے آتی ہے اسکی "ہر جگہ تو" کی صدا

ملک یورپ مین ہوا بازی ہے لیکن تفریح خاص
پر دکن مین ہین طیور اس سے عموماً آشنا

[1] مشہور دکنی کہاوت "بڑ روئے پیپل ہنسے املی کی پیٹھ کبھی نہ لسے"

[2] انار کا درخت۔

[3] نارنگی کا درخت۔

الغرض مصروف شادی ہے تمامی کائنات
حیدرآباد دکن ہے آجکل دارالسرور
اسکی گلیاں ہین مشابہ کہکشان چرخ سے
باغ اسکے حسن و خوبی مین ہین جون باغ عدن
ہین مکانات شیدؔ اسکے چشمک زن بہ چرخ
اسکے باشندونکو سب کہتے ہین رشک حور و غلم
ہین خوشی کے جھنگھٹے ہر کوچہ و بازار مین
ہین دلاویز اسقدر مطرب کے اصوات و نغم
جسطرف ڈالو نظر لاکھون تماشائی ہین جمع
ذات باری کا عیان جلوہ ہے ہر انسان سے
ہے ہر اک چہرہ شگفتہ اور ہر دل شادمان
کثرت خلقت سے تل دہرنے کی گنجایش نہیں
صاف کرتا ہے خس و خاشاک کیون فراش باد
کر رہا ہے آبپاشی کس لئے سقائے ابر
آسمان سے ہو رہا ہے کیون یہ رحمت کا نزول
کیلئے ہے ہر مکان مین جلسۂ عیش و طرب
کونسی تقریب ہے ایسی کہ جسکے واسطے
شاہ میر عثمانعلی سلطان ذیجاہ و حشم
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ
حق پسند۔ انصاف پرور۔ نکتہ دان۔ جوہر شناس

کیا نبات اور کیا جماد۔ انسان کہ حیوان بر ملا
عیش و عشرت کا سمندر یہان ہے لہرین مارتا
جون پر طاوس ہین بازار اسکے خوش نما
اسکی نہرین کوثر و تسنیم دیتی ہین بھلا۔
دیدہ سے انکی نہین ہوتی ہین سیر آنکھین ذرا
ہین کہونگا اتنا ہم انکو دیکھا اور انکو سنا
ہر در و دیوار سے آتی ہے عشرت کی صدا
کیا عجب ناہید گر آئے اتر کر از سما۔
ہے لباس خاص مین ہر اک۔ ہو چھوٹا کہ بڑا
ہر بشر ہے صنع خالق کا نمونہ اک نیا
محو دید ہر چشم اور ہر لب تبسم آشنا
اسقدر ہے چپقلش ملتا نہین ہے راستا
کر بنا ہے شہر اور صحرا مثال آئینا؟
کہ نہین ہے گرد کا اطراف عالم مین پتا؟
ہین رہی ہے کیون زمین سرچشمۂ نور و ضیا؟
کہ پہنچتی چرخ اخضر تک ہے اُس کی ہو و ہا؟
ہین یہ سب تیاریان۔ آخر ہے باعث انکا کیا؟ ق
حامی اسلام۔ رونق بخش دین مصطفا
حاوی معقول و منقول۔ ذی حلم و حیا

پاک باطن۔ نیک نیت۔ صاحب عزم بلند
خسرو اقلیم سخن۔ شمع بزم معرفت
مرجع عالم و عالمیان۔ کریم ابن کریم
آج فرمایا دکن کے تخت پر شہ نے جلوس
دیکھیے جس سمت عشرت کا ترانہ ہے بلند
پادشاہ ایسا جوان بخت اور جوان سال آج تک
بڑھیاں[1] کہتی ہین نہا دو دو ہون اور پوتون پھلو
جسقدر اہل دکن نازان ہون اسپہ ہے درست
دودمان آصفیہ کے ہین شہ روشن چراغ
واہ وا ہے حسن انکا حسن آغاز شباب
کرتے ہین ہر روز باری باری سے رات اور دن
سورہ والشمس کی تفسیر ہے گر ان کا رخ
انکی موزون قامتی اور جامہ زیبی پر نثار
انکے جود و مرحمت سے ہر یتیم آسودہ حال
قوم۔ مذہب اور مدارج کا نہین اسمین لحاظ
سنت مصطفوی کے ازبس کہ شہ پابند ہین
حضرت صدیق اکبر شہ کے تھے جد بزرگ

شاہ ذی ہمت ستودہ خو۔ مالک تیغ و لوا
عالم علم لدنی۔ میر سبیل اتقیا
مظہر نور الہی۔ سایہ لطف خدا
کیا تری قسمت دکن۔ اے تخت کیا طالع ترا
ہے مبارک اور سلامت کی جدہر دیکھو صدا
چشم پیر چرخ نے پوچھو کبھی دیکھا تھا کیا
بیل منڈھے پر چڑھے۔ رکھے تمہین اچھا خدا
جسقدر خوشیان منائین اسپہ وہ بالکل بجا
ذات اقدس سے ہے انکی ہر چمن پھولا پھلا
میوہ نورس ہے بیشک سب ثمر کے بادشا
عارض روشن سے انکے ماہ و خور کسب ضیا
سورہ واللیل کی تشریح ہے زلف دوتا
شام اودھ کی اور بنارس کی صبح۔ صبح و مسا
انکے بذل و لطف سے ہر بیوہ با برگ و نوا
انکا سفرہ مومن و کافر پہ ہے یکسان کھلا
اندرون[2] شہر ہے تہ کی کہین۔ نہ میکدا
شاہ نے ورثہ مین اپنے پایا ہے صدق و صفا

[1] بڑھیا عموماً دعا دینے کی عادی ہوتی ہین اور ہر نوجوان کو انکی دعا لینے کی آرزو ہوتی ہے۔

[2] اندرون شہر حیدرآباد شراب لانے کی ممانعت ہے اور نہ اندرون شہر کوئی شراب خانہ ہے۔

کون ہے جو اُن کے اُسا لگا نہین حلقہ بگوش
کہتے ہین "اکسیر" جسکو وہ ہی "دیدار انکا" بس
کیا ضرورت ڈھونڈہنے جائین آبی ظلمات مین
انکے نسبت نہین ہے "سنگ" ہمعدد لعل
عہد با برکت مین انکے اسطرح اضداد جمع
خارجی اور شیعی ہین شیر و شکر کی طرح اب
شہ کی نافرمانی کی کسکو ہے طاقت اور مجال
قصد صید اندازی شہ سن کے حیران ہین وحوش
ذکر سن کے قہر سلطانی کا کہتا ہے عدو
اقویا سے اسقدر ضعفا ہین بے خوف و خطر
ہو گیا ہے حال معلوم انکے شاید عفو کا
شاہ پہ کرنے نچھاور لے کے آئے ہین درخت
ندیان لائی ہین ریگ زر تصدق کیلئے

بندہ احسان ہے انسان۔ شک نہین اسمین ذرا
اور "عتاب ہمچو برق انکا" ہے ہمرنگ "قضا"
کم نہین ہی "وجہ زیبا انکا" از "آب بقا"
اور "انکا آستان" "کاشانۂ اہل صفا"
جسطرح ہو اتصال و قرب نور و سایہ کا
کیونکہ عثمان و علی ہین اسم شہ مین ایک جا
پہول نافرمان کا تک اب ہے دکن مین بے پتا
مثل روباہ ہون کہ ہے شیر علم تک کانپتا
مجھکو مت مارو کہ مین مرنے سے پہلے مر چکا
سر چڑہی ہے نیم کے گل بیل کیسی دیکھنا
چھیڑتی ہے نکہت گل رہروں کو بر ملا
بہر زر گل کے طبق ہے رونمائی عندیا
اور معادن نے کئے الماس گوہر ایک جا

---

۱ الانسان عبید الاحسان۔

۲ "اکسیر" اور "انکا دیدار" کے اعداد بحساب جمل ایک ہین۔ یہی حال "انکا عتاب ہمچو برق" اور "قضا" کا ہے۔

۳ "انکا وجہ زیبا" اور "آب بقا" ہم عدد ہین۔

۴ "سنگ" اور "لعل" ہم عدد ہین۔ یہی حال "انکا آستان" اور "کاشانۂ اہل صفا" کا ہے۔

۵ بوجہ خوف۔

۶ نیم کے درختون پر گل بیل کا چڑہنا دکن مین ایک معمولی نظارہ ہے۔

مور قربان شہ پہ اپنا کرتا ہے نقش و نگار
نذر کرتا ہے حضور شاہ مین من ازدہا

نافۂ مشک آ رہے ہین لیکے ہرن از کوہ و دشت
پیشکش اسکو کرین تا بارگاہ شہ مین جا

سیبونتی کہتی ہے مین ہون دامن شہ سے قرین
موتیا کہتا ہے مین ہون شہ کے قدمون سے لگا

پہول یہہ کہتے ہین گلچین سے ہمین پہنچائے
بارگاہ خسروی مین ہوگا احسان آپکا

غنچے کہتے ہین ہماری نارسی مانع نہ ہو
اشتیاق اس روز کا ہم کو بہی تہا حد سے سوا

ق غوغے[1] سُن شب مین کیا کہتے ہین جنگل مین شغال
ٹولیون مین بن کے جب پہرتے ہین وہ بہر چرا

ایک کہتا ہے ہوئے مسند نشین عثمان علی (خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ)
ل کے پہر سب کہتے ہین لفظ مبارک[2] بارہا

ق نیلی نیلی دور سے یہہ جو دکہائی دیتی ہین
چوٹیان کوہ جبل کی جو ہین زنجیرہ نما

وہ ہین منزل گہہ زمین اور آسمان کو درمیان
اُنپہ آئی ہے اتر مخلوق نوری از سما

شاہ کے دیدار سے ہین وہ زبس مسرور و شاد
واسطے شہ کے شاہان سے کرتے ہین دُعا

یا الٰہی شاہ میر عثمان علی ذی جاہ کو (خلد اللہ ملکہ و دولتہ)
رکہہ حمایت اور ظلِّ لطف مین اپنے سدا

عمر طبعی۔ تندرستی۔ کامرانی انکو بخش
معرفت دے اپنی اور اپنی محبت کر عطا

دے رعایا پروری اور عدل کی توفیق انہین
تا ہو ملک آباد۔ اہل ملک خرم دائما۔

سالہا سال وہ حکومت پر رہین با عدل و داد
نیز اولاد اور احفاد اُنکے تا روز جزا

یہہ قصیدہ تو نے لکہا اک نئے ہی رنگ مین
ہے یقین قائل کرین اسکو پسند اہل صفا

---

[1] شغال ایک جانور ہے جسے ہندوستان مین گیدڑ یا سیار کہتے ہین۔ اور دکن مین کولہ۔ دکن مین یہہ نہایت مبارک خیال کیا جاتا ہے اور عوام کا عقیدہ ہے کہ صبح اسکی صورت دیکہنے سے ضرور کوئی نہ کوئی غیر معمولی فتوحات حاصل ہوتی ہین۔ مثلاً کہتے ہین "آج صبح صبح یہ کولے کی صورت دیکہہ آئے ہین"۔

[2] یعنے مبارک مبارک۔ لفظ "مبارک" "تراجہ" کا ہموزن ہے جو بقول اہل پارس شغال کی بولی ہے۔

بارگاہ شاہ مین لیکے اسے فوراً پہنچ | تا حضور شہ سے خوشنودی کا تو پائے صلا

قطعہ تاریخ تخت نشینی اعلیحضرت نواب میر عثمانعلیخان بہادر دام اللہ اقبالہ وعمت احسانہ وجلالہٗ

بلبل کو گل مبارک۔ گل کو چمن مبارک | ہو شاہ نو تمہین اے اہل وطن مبارک
ہر سو ہے بانگ عشرت۔ ہر کو ہے نوش لذت | طوطیٔ خوش نوا کو صحن چمن مبارک
چلتی ہے باد سحری۔ بعنایت الٰہی | ہو بوستان کو نسرین اور نسترن مبارک
عثمانعلی ہوئے شاہ۔ با فر و شوکت و جاہ | ہو شاہ نو تجہے اے ملک کہن مبارک
ہر لب پہ یہہ صدا ہے۔ نائل غزل سرا ہے | اے نوجوان والی تخت دکن مبارک

۱۱ ۱۹ ع

ایضاً فارسی

جند شد جلوہ گر سلطان دیباچہ دکن | با ہزاران شان و شوکت بر سر گاہ دکن
بردمید از اُفق لطف ایزدی صبح ہہی | کز ضیایش شد منور ہر پر کاہ دکن
طوطیٔ شکر فشان آرد نوید جان فزا | مظہر فیض اتم شد شاہ دلخواہ دکن
اے زمین بر خود ببال۔ اے آسمان بسیار نال | ماہ اوج ابہت طالع شد از چاہ دکن
جمع کن اے بحر دُر گرد آرائے کان لعل را | تا بپاشی بر سر دارائے دیباچہ دکن
اے صبا گوئی باہل حیدرآباد این سخن | فرخ آن تو سے کہ دارو شاہ چون شاہ دکن
باد از یُمن شہ نیک اختر و روشن روان | خوار اعدائے دکن۔ دل شاد ہوا خواہ دکن
دیر مان با خیر و برکت شاد باش و شاد زی | روشن از نور جبینت مہر و ماہ دکن۔
خوش بگو نائل کہ تو در سلک خدام شہی | دین پناہ عثمان علی پاک دل شاہ دکن

۱۳۲۹

اطلاع

کوئی صاحب بلا اجازت مصنف اس کتاب

کے چھاپنے کا قصد نہ فرمائیں۔ جبقدر کا

طلوب ہوں مصنف سے طلب کریں

شتہر

محمد یونس نائل